اکائی ۳ اسلامی تہذیب اور عربی زبان کا ارتقا

۳۔۱ مقصد

۳۔۲ تمہید

۳۔۳ اسلامی اندلس کے معاشرہ کا تجزیہ

۳۔۴ اندلس میں فن تعمیر

۳۔۵ اندلس میں صنعتی فنون

۳۔۶ اندلس میں فکری ارتقاء

۳۔۷ اندلس میں علوم وفنون

۳۔۸ اندلس میں عربی زبان کا ارتقاء

۳۔۹ اندلس میں عربی ادب کے ارتقا کے اسباب

۳۔۱۰ خلاصہ

۳۔۱۱ نمونے کے امتحانی سوالات

۳۔۱۲ فرہنگ

۳۔۱۳ مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

اکائی ۳ اسلامی تہذیب اور عربی زبان کا ارتقا

۳۔۱ مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ یہ جان سکیں گے کہ جزیرۂ نمائے اندلس پر مسلمانوں کی فتوحات سے جو حکومتیں قائم ہوئیں اس سے اندلس کی معاشرتی زندگی پر اسلامی تھذیب کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے، اسلامی علوم وفنون خوب رواج پائے، عربی زبان نہ صرف سرکاری اور علمی زبان تھی بلکہ اہالیان اندلس عربی زبان وادب کے دلداہ ہوگئے اوران کی روزمرہ کی بول چال کی زبان پر بھی عربی زبان کا پورا عکس جلوہ گر رہا، یہ سب کچھ مسلم حکمرانوں کی زبان وادب اوراعلی فنون وثقافت سے دلچسپی کی وجہ سے ہوا۔

۳۔۲ تمہید

فتح اسلامی سے پہلے اندلس کے لوگ افراتفری اورانتشار کا شکار تھے، نہ تو کوئی ایک جامع نظام ان میں مشترک تھا، اور نہ ہی کوئی قومیت جو انہیں متحد کرتی، انہیں کسی خاص تہذیب وتمدن سے آشنائی بھی نہیں حاصل کی سوائے یونانیوں، رومیوں اور گاتھ کے مخصوص زمانوں کے، وہ بھی اس انداز سے کہ ان حکام کی ظالمانہ روش نے اہل اندلس کو ان سے متنفر کردیا تھا، اور ان کو پہاڑوں اور غاروں میں بکھیر دیا تھا۔ ان حالات میں جب عرب اندلس میں داخل ہوئے تو اہل اندلس کے خوف وہراس کو امن میں، اوران کے انتشار کو اجتاعیت میں اور ظلم وجور کو عدل ورحمت میں تبدیل کردیا اوران میں طبقاتی تفریق کو بھی ختم کردیا، ٹیکس تمام لوگوں پر قسط وار مقرر کیا، اور یہود ونصاری کو ان کے مذاہب پر باقی رہنے کی اوراپنے اہل مذہب یا غیروں میں سے جن سے چاہیں ان کی عدالت میں فیصلہ کرنے کی آزادی دی۔

عربوں کا اہل اندلس اور شاہی خاندانوں سے اختلاط انصاف ورحاکم کے فرماں بردار محکوم جیسا اختلاط ہوا، چنانچہ عربوں نے ان سے شادیاں کیں، ان کی خواتین سے پیدا ہونے والے بچے بعد میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور حکومتیں

کیں، آنے والوں کے عادات واخلاق مقامی لوگوں کے عادات واخلاق میں ضم ہو گئے اور سب کے امتزاج سے ایک نئی قوم بنی جس میں ان قوموں کی خوبیاں اور خصوصیات اکٹھا ہوئیں جنہوں نے اندلس میں سکونت اختیار کی اور وہاں کی آب ہوا اور فطری حسن و جمال سے متأثر ہوئیں، اس نئی قوم نے اپنی ثقافت وتہذیب کے ساتھ ان آنے والوں کی ثقافت وتہذیب اور علم فن کو اپنے اندر ضم کیا، ان سب کا اہل اندلس کے ادب اور ان کی زبان پر نمایاں اثر ہوا جس سے ایک نئی معاشرتی زندگی وجود میں آئی جس کی جھلک عربوں کی اعلی تعمیرات اور آرائش میں تنوع سے دلچسپی، باغات اور پارکوں کا اعلی ذوق، موسیقی اور مجالس غنا سے حد درجہ شوق وغیرہ جیسے ذوق وشوق کی صورت میں نمایاں ہوئی۔

عربوں کی حکومت جیسے ہی اندلس میں مضبوط ہوئی خلفاء اور امراء نے علم کا دائرہ وسیع کرنا شروع کر دیا، اس سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ مشرق کے علماء کو اندلس آنے کی حوصلہ افزائی کی، پھر بہت سے لوگ یہاں کی آب وہوا اور ترقی کے مواقع کی وجہ سے مشرق سے حاصل کردہ علوم وفلسفہ کو لے کر اندلس میں آئے اور انہیں ان علوم وفنون میں جولانی طبع کا ماحول سازگار ملا، جس کی وجہ سے یہ علوم یہاں پروان چڑھے۔

پھر ان لوگوں نے محسوس کیا کہ حکومت کی بلند حیثیت اور اسلام کو سمجھنے، اس کی نشر واشاعت کے لئے قرآن کی زبان اور اس زبان کے ادب پر خصوصی توجہ دینا ضروری ہے، اس طرح سے انہوں نے عربی زبان پر پوری قوت صرف کی اور علمی مراکز اور یونیورسٹیاں قائم کیں، اور علم وادب کی نشر واشاعت کے بھرپور وسائل استعمال کئے، اور یوں عربی زبان وادب نے ترقی حاصل کر کے لوگوں کے دلوں میں اعلی مقام حاصل کیا۔

۳۔۳ اسلامی اندلس کے معاشرہ کا تجزیہ

اہل اندلس مختلف طبقات، اور مختلف مغربی ومشرقی تہذیبوں کا مجموعہ تھے، چنانچہ وہاں اندلس کے قدیم اصل باشندے بھی تھے جو مختلف النسل تھے اور بعض روم یا فونیشیا سے اور اقصی شمال سے آئے جیسے وندال اور گاتھ، فتح اسلامی کے بعد انہیں مندرجہ ذیل طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ **مستعربہ**:۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے اصلی مذہب یعنی نصرانیت پر قائم تھے، لیکن عربی تہذیب سے بھی ان کا تعلق ہوا اور اس نئی زندگی سے ہم آہنگ ہونے کی انہوں نے کوشش کی۔

۲۔ مولدون:۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مسالمانہ طریقہ اختیار کیا اور اسلام قبول کیا، یہ نو مسلم لوگ دیہاتوں میں چرواہوں کے پیشہ اور زراعت سے وابستہ تھے اور ساحلی علاقوں میں شکار کرتے، شہروں میں صنعت وحرفت وتجارت میں مشغول رہتے، یہ لوگ اندلس کی آبادی کا ایک بڑا حصہ تھے، اموی حکمرانوں نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جس کی وجہ سے یہ لوگ اسلامی معاشرے کا حصہ بن گئے۔

۳۔ یہود:۔ یہ گاتھوں کے زمانہ میں مظلوم اقلیت میں تھے، اس لئے خاص محلوں میں ان کی رہائش رہی، ان میں سے بعض حکومت کے اہم عہدوں پر بھی فائز ہوئے اور بعض شاعر اور عربی کے ادیب بھی تھے۔

۴۔اندلس کے وہ باشندے جو عربوں کے دشمن تھے:۔

یہ اندلس کے ان علاقوں کے باشندے تھے جنہیں عرب فتح نہ کر سکے تھے، ان کی مجموعی امارتیں ملک کو عربوں سے واپس لینے کی تحریکیں چلاتیں اور اخیر میں مسلمانوں کو پورے اندلس سے انہوں نے بے دخل کر دیا۔

۵۔عرب فاتح اور ان کے غلام:۔

یہ عرب فاتح چونکہ بنوامیہ کی خلافت کے مرکزی علاقہ شام سے سیاسی وجغرافیائی لحاظ سے قریب تھے اس لئے شامی تہذیب کا پورا عکس ان کی زندگی میں نمایاں تھا، اس میں جن باتوں نے تقویت پہونچائی ان میں شہر قرطبہ اور دمشق میں بڑی حد تک مماثلت، کیونکہ دونوں شہروں میں اول الذکر وادی کبیر دریا کے کنارے تھا جبکہ دوسرا دریائے بردی کے ساحل پر تھا، اور دونوں شہر پہاڑوں سے گھرے تھے۔

غلاموں میں ایک طبقہ وہ تھا جو صقالبہ سے مشہور ہوا، یہ لوگ سلواکیہ کے وہ غلام تھے جن کے علاقوں پر جرمن قبائل حملے کرتے اور انہیں غلام بنا کر بازاروں میں فروخت کرتے، اندلس کے اموی لوگوں نے ان کی بڑی تعداد کو خرید کر حربی

فنون کی انہیں تربیت دی۔

اندلس میں فتح اسلامی کے بعد مذکورہ بالا طبقات کے اختلاط سے جو نیا معاشرہ وجود میں آیا اس میں عربی عنصر نمایاں رہا، چنانچہ عربی زبان ملک کی سرکاری زبان رہی، اور نثر و شاعری کی زبان بھی تھی، اس کا اثر خود مستعربین پر بھی نمایاں رہا۔

۴۔۳ اندلس میں فن تعمیر

قدیم عمارتوں کے موجود نہ ہونے کے باعث اندلس میں اسلامی طرز تعمیر کا مطالعہ مجبوراً اموی عہد کے جامع قرطبہ کے قدیم ترین حصہ سے شروع کیا جاتا ہے جسے عبدالرحمٰن اول نے تعمیر کرایا تھا۔ یہ اس قدیم عبادت گاہ کی عمارت کا شمالی ومغربی حصہ ہے جو اب تک محفوظ ہے۔ مسجد مستطیل شکل کی ہے، دیواریں پتھر کی ہیں جن میں گیارہ دالان ہیں۔ ایک دوسرے کے اوپر بنی ہوئی دوہری محرابوں سے مسجد قرطبہ کو ایک نرالا حسن اور ازمنۂ وسطیٰ کی تعمیرات میں منفرد مقام حاصل ہو گیا ہے۔

عبدالرحمٰن الثانی (۸۲۲ء تا ۸۵۲ء) کے عہد میں قرطبہ کی بڑھتی آبادی کے پیش نظر مسجد کی توسیع کی گئی، محراب گرا کر جہت قبلہ کی دیوار میں در کھول کر دالانوں کو جنوب کی طرف بڑھا دیا گیا، عبدالرحمٰن الثالث (۹۱۲ء تا ۹۶۱ء) نے شامی میناروں کے انداز میں ایک شاندار چوکور مینار تعمیر کر کے اس عظیم مسجد میں اپنے پر عظمت اور طویل دور حکومت کی ایک یادگار چھوڑی۔

عبدالرحمٰن الثالث نے اعلان خلافت کے بعد قرطبہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر جبال قرطبہ کے دامن میں مدینۃ الزہراء کی تعمیر شروع کرائی، اور یہ کام چالیس سال تک جاری رہا، اور اس عرصہ میں اندلسی خلافت کی عظمت اور قوت کمال کو پہونچ گئی، مدینۃ الزہراء کے جن حصوں کا اب تک انکشاف ہوا ہے وہ پتھر کی عمارتیں، سکونتی مکان، دفاتر اور بارگاہیں ہیں۔

پانچویں صدی ھجری/گیارہویں صدی عیسوی میں ملوک الطّوائف کے دور میں جو کام ہوا اس کے آثار بہت کم باقی ہیں، عربی کتابوں اور باقی ماندہ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد میں اس قدیم طرز کی پیروی کی گئی تھی جس میں وہ دیوار قبلہ کے

عمودالنعل نمامحرابوں پر قائم ستونوں کی مدد سے بنائے ہوئے دالانوں میں تقسیم ہوجاتی تھیں۔ان ملوک الطّوائف نے مذہبی عمارتوں کی جگہ قصروں کی تعمیر کی طرف زیادہ توجہ صرف کی،ملوک الطّوائف کے زمانے کےفن کا ایک مخصوص نمونہ وہ محل تھا جو المقتدر بن ھود(۱۰۴۹ءتا۱۰۸۱ء) نے سرقسطہ سے بالکل متصل بنوایا تھا۔

چھٹی صدی ھجری/ بارھویں صدی عیسوی کا زمانہ،یعنی جب مرابطین اور موحدین اندلس کے حکمران رہے،مغربی اسلامی فن کا نہ صرف سب سے بارآور دور تھا، بلکہ مشرقی بحیرۂ روم سے درآمدہ اشکال کا امتزاج بھی سب سے زیادہ اسی دور میں ہوا۔

مرابطی مساجد کی ساخت سابقہ مساجد سے مختلف ہے،اور یہ غالبا عراقی اثر کا نتیجہ ہے، پتھر کے ستونوں کے بجائے ، جواب تک دالان کوایک دوسرے سے جدا کرتے تھے،انھوں نے اینٹوں کے ستون بنانا شروع کیے۔اندلس میں مرابطین کی تعمیر کردہ کوئی بھی مسجد محفوظ نہیں رہی۔

آرائش اسلوب کی وہ عمارت جس میں مرابطی خصوصیات سب سے زیادہ نمایاں ہیں مراکش کا قبۃ البرود ہے جو غالبا۵۱۴ھ اور۵۲۶ھ کے درمیان تعمیر ہوا تھا۔اس مختصر سی مستطیل عمارت کے وسطی حصہ پر خمیدہ اینٹوں کا ایک چھوٹا قبہ ہے، اس کے اندر کی طرف آٹھ محرابیں ایک دوسرے کواسی طرح قطع کرتی ہیں جیسے کہ اس چھت میں جو مسجد قرطبہ میں محراب کے سامنے کے طاق کے جوڑ پر بنائی گئی ہے۔ یہ ھسپانوی فن کا ایک ایسا نمونہ ہے جس میں غیر معمولی زیبائش اور جدت تخیل کا پتہ چلتا ہے۔

خلافت قرطبہ کی گزشتہ عظمت کی یاد سے متأثر ہوکر، جس کا اظہار اس کی تعمیرات سے ہوتا تھا،موحدین نے بہت بڑی بڑی متوازن اور عمدہ نقشوں کی مسجدیں،ٹھوس اونچے مینار اور عظیم الشان شہری دروازے تعمیر کیے، گویا یہ ایسے ابواب فتح ہیں جوان کے خاندان کے اعزاز میں بنائے گئے تھے۔

مرابطین اور موحدین کے باقی قصروں میں دوقسم کے صحن ملتے ہیں، جنھوں نے آگے چل کر غرناطہ کے فن میں غیر معمولی عروج کمال حاصل کرلیا،ایک تو ایسا صحن جس میں ایک دوسرے کوقطع کرتے ہوئے دوراستے ہوتے ہیں جیسا کہ مرسیہ

کے بقیع میں ہے،اور دوسرااس قسم کا جس کے ایک یا دوطرف پیش دالان ہوتے ہیں جیسا کہ اشبیلیہ کے القصر میں ہے۔

موحدین کی سلطنت کے زوال کے بعد اندلس میں مسلمانوں کا آخری حصار غرناطہ کی مختصر سی سلطنت تھی۔غرناطہ کا فن جزیرہ نمائے اندلس میں اسلام کا آخری درخشاں پہلو ہے، بنوالأ حمر نے غرناطہ کو ایسی سرکاری عمارتوں ،حویلیوں اور محلوں سے مالا مال کیا جنھیں نہایت نفیس فن کاری سے مزین کیا گیا تھا،اوسط درجے کے مکانوں سے لے کر شاہی محلوں تک، جو شہر کے گرد بنے ہوئے تھے، ہر عمارت کے اپنے صحن،فوارے،حوض تھے جن میں چونہ کا آرائشی کام اور کاریگری سے جوڑی ہوئی لکڑی کی چھتیں تھیں۔

الحمراء کے شاہی محل میں جو اپنی انتہائی نزاکت کے باوجود اب تک معجزانہ طور پر محفوظ ہے،غرناطہ کا فن عظمت کی ایک خاص شان رکھتا ہے،الحمراء میں تزئین وآرائش کی انتہائی فراوانی ہے،جس زمانے میں یہ قصر تعمیر ہو رہے تھے اسی زمانے میں غرناطہ کو تعمیرات عامہ کے ایک سلسلے سے مزین کیا جارہا تھا،یعنی ایک سرائے ،ایک مدرسہ،ایک ہسپتال، یہ تینوں عمارتیں،جن میں سے اول الذکر محفوظ ہے،خارجی نقشوں کے مطابق بنائی گئی تھیں،لیکن ان کی ھیئت مقامی اسلوب کی نمائندگی کرتی تھیں

۵۔۳ اندلس میں صنعتی فنون

تجارت کے ذریعے، جو بیشتر یہودیوں اور شامیوں کے ہاتھ میں تھی،مشرق کے آرائشی اور صنعتی فنون کی بہت سی تخلیقات پورے اندلس میں تقسیم ہوتی رہیں،اندلس میں پارچہ بافی،زیورات سازی، ہاتھی دانت کے کام،کوزہ گری، گھریلو سازوسامان وغیرہ بنانے کی صنعت بہت تیزی سے ترقی کرتی گئی۔

اندلس میں مذہبی نوعیت کا گھریلو سازوسامان،جس کا آغاز کم از کم چوتھی صدی ھجری سے ہوا،غیر معمولی طور پر نفیس اور عمدہ بنتا تھا،قرطبہ کی بڑی مسجد کا منبر دنیا میں بے مثال ہے،اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ہاتھی دانت اور نفیس اقسام کی لکڑی کی مینا کاری میں یہ نجاری کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔جامع کتبیہ کا منبر جو ۵۳۴ھ اور ۵۳۸ء کے درمیان قرطبہ میں بنایا گیا تھا،اس پر سرتاسر مرصع کاری میں ایک دوسرے سے پیوست نازک ہندسی اشکال کی آرائش ہے،جس میں مختلف رنگوں

کی قیمتی لکڑیوں کے ٹکڑے استعمال کیے گئے ہیں، حاشیے پر ہاتھی دانت کے بیلیں ہیں۔

زمانۂ خلافت کی صناعی کے سب سے شاندار نمونے ہاتھی دانت کے صندوقچے اور مرتبان تھے، یہ کام چوتھی صدی ھجری اور پانچویں صدی ھجری کے نصف اول میں سرکاری کارخانوں میں ہوتا تھا، ان کی آرائش کا نمایاں ترین پہلو عربی نقش ونگار ہیں۔

اندلس میں کوزہ گری نے بھی غیر معمولی ترقی کی، زمانۂ خلافت میں وہ برتن بنائے گئے جنہیں مدینۃ الزہراء یا مدینۃ البیرۃ کی کوزہ گری کہا جاتا ہے، کیونکہ ان دوشہروں کے کھنڈروں میں ان کے بہت سے نمونے دستیاب ہوئے ہیں، ان میں سفید زمین پر سبز رنگ کے نقش ونگار بنائے گئے ہیں جن کے گرد گہرے بھورے رنگ کا حاشیہ ہے۔

چوتھی صدی ھجری/ دسویں صدی عیسوی میں اشبیلیہ اور قرطبہ میں ایسے کارخانے موجود تھے جن میں ''طراز'' یعنی ریشمی اور زربفت کے وہ کپڑے تیار کیے جاتے تھے جو خلعتوں کے کام آتے تھے، یہ کپڑے اور ان سے تیار کردہ خلعت بہت گراں قدر تحفوں میں شمار ہوتے تھے، ان میں ایک دوسرے کو چھوتے ہوئے دائرے ہوتے تھے جن کے اندر عباسی دارالسلطنت بغداد کے اسلوب کی نقل میں جانوروں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ موحد فرماں رواؤں نے طراز کو ممنوع قرار دیا۔ اب ریشمی کپڑوں پر سے دائرے غائب ہوگئے اور ان کی جگہ سیدھے اور خمیدہ خطوط سے بنی ہوئی اشکال نے لے لی، ساتویں صدی ھجری سے آخر کار ایسی آرائش جس میں متعدد متوازی پٹیاں ہوتی تھیں اور ان کے اندر کتباتی اور ہندسی عناصر عام طور پر رائج ہوگئی۔

۶۔۳ اندلس میں فکری ارتقاء

اندلس میں استقرار اور، امن کے بعد عرب شرعی ولغوی علوم میں مشغول ہوئے، مشرقی علماء کی کتابوں سے استفادہ کیا اور اس میں مہارت حاصل کی، مختلف علوم وفنون میں مزید اضافہ کے لئے مشرق کے علاقوں کا سفر کیا، اس طرح وہ دینی، لغوی، اور ادبی علوم میں اعلی مقام کو پہونچ گئے۔

مذکورہ علوم میں سبقت کے باوجود بعض نئے علوم جیسے فلکیات وریاضیات، ومنطق وفلسفہ میں یہ لوگ پیچھے رہے، بلکہ بعض امراء نے تو ان علوم میں جانے سے روک بھی دیا۔ ان علوم سے دور رہنے کی وجوہات میں سے ایک تو یہ بات تھی کہ بہت سے اندلسی امراء کے اندر دینی عصبیت تھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ علوم دینی تعلیمات کے منافی ہیں، کفروزندقہ تک پہونچا دیتے ہیں۔

لیکن پانچویں صدی ھجری کے بعد اندلس کے لوگوں میں ایک تبدیلی آئی اور علماء کو یہ موقع ملا کہ ان علوم کے بارے میں اظہار خیال کریں، پھر یہ علماء ان علوم وفنون میں محنت کرنے لگے اور منطق وفلسفہ میں انہوں نے نمایاں علمی کارنامے انجام دئے جبکہ اس زمانہ میں مشرق میں سلجوقیوں کے غلبہ اور تاتاریوں کے حملے کی وجہ سے یہ علوم روبزوال تھے۔

دینی لحاظ سے دیکھا جائے تو اندلس مشرق کے برعکس مختلف مذاہب اور فرقوں سے پاک تھا، وہاں اکثر آبادی عقائد میں اہل سنت والجماعت کے مذہب پر تھی، ان پر امام اہل شام امام اوزاعی کے مذہب کا رنگ غالب تھا، پھر انہوں نے امام مالک کے مذہب کی تقلید کی ان میں مالکی مذہب بڑے پیمانہ پر پھیلا۔

فنون جمیلہ میں عربوں کا خاصا ذوق وشوق تھا، چنانچہ نقش ونگار، اور تصویر وتعمیر کے فنون میں ان کے کارنامے اب بھی آثار قدیمہ میں محفوظ ہیں۔

فن موسیقی میں ان کے یہاں جمود نہیں تھا بلکہ اس کے اور غناء کے ذوق وشوق نے اس فن کو کمال تک پہونچایا، اس طرح ان کے اندر شاعری کا اعلی ذوق پروان چڑھا۔

۳۔۷ اندلس میں علوم وفنون

اندلس کے مسلمانوں نے علمی، ادبی، سیاسی اور معاشرتی میدانوں اور فلسفہ وحکمت اور فنون لطیفہ میں اتنے اہم کارنامے انجام دیئے کہ یورپ کی نگاہیں عرصۂ دراز تک خیرہ رہیں، یورپ کا بیشتر علمی وادبی سرمایہ اسپین ہی کا رہین منت ہے، آٹھویں صدی عیسوی کے وسط سے تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز تک عربوں نے علوم وفنون کی شمعیں اس طرح روشن

کیں کہ ادبیات عالم اور تاریخ تمدن میں اندلس کو بھلایا نہیں جاسکتا، ہر علم وفن اور شعبۂ حیات میں عرب اور عربی زبان کا تسلط مکمل طور پر اس اہم وسیع وعریض اور بہار آفریں خطہ پر صدیوں تک رہا، تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ جس عظیم سرمایہ سے نیا یورپ تیار ہوا، اس کا نقطۂ آغاز مسلم اسپین ہی تھا۔

اندلس محل وقوع کے اعتبار سے یورپ میں اور اقتدار کے لحاظ اہل مشرق کے زیر اثر رہا، جغرافیائی اور طبعی خصوصیات کی دلکشی ورعنائی نے اس پر سونے پر سہاگ کا کام کیا، اور جلد ہی وہ مشرق ومغرب کی تہذیب وثقافت کا سنگم بن گیا، فلسفہ کو اولیت دی گئی۔ نومسلموں اور غیر مسلموں کی اہمیت افزائی کی گئی، زریاب بحیثیت موسیقی کار مشرق ومغرب میں مشہور ہوا، ابن طفیل، ابن باجہ اور ابن حزم جیسے فلاسفہ نے تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ حکم ثانی کا کتب خانہ شعر وادب، فلسفہ وحکمت اور دوسرے علوم وفنون کے عدیم المثال خزانہ کی حیثیت سے تمام عالم میں مشہور تھا، حکم کی قدر افزائی کا عالم یہ تھا کہ اس نے الأغانی کے ایک نسخہ کے حصول کے لئے ابوالفرج کو ایک ہزار دینار بھجوائے تھے، قرطبہ کی عظیم الشان یونیورسٹی مشرق ومغرب کا مرکز اور علوم وفنون کا سرچشمہ تھی، فرانس اور اٹلی کے طلبہ بڑی تعداد میں یہاں حصول تعلیم کے لئے آتے تھے، بلکہ یورپ میں نشأۃ ثانیہ اور اصلاح مذہب کی جو تحریکیں قرون وسطی میں ظہور پذیر ہوئیں، ان کے پیشرو وہی افراد تھے جنہوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ اندلس کی یونیورسیٹیوں سے استفادہ کیا تھا۔

نحو، ادب اور روایت نگاری میں ابوعلی قالی عراقی (م ۹۶۷ء) اور ان کے شاگرد محمد بن الحسن زبیدی نے بڑے شاندار کارنامے انجام دیئے، الحکم اور ہشام کے زمانہ میں ان کی خدمات علم وادب بہت ممتاز رہیں، ابن عبدربہ جو عبدالرحمٰن ثالث کا ملک الشعراء تھا، ہشام اول کے غلاموں کی اولاد سے تھا، ابن حزم (۱۰۶۸ھ) ایک بڑے مفکر فلسفی اور دینی علوم کے مجتہد تھے، یہ عبدالرحمٰن المستظہر اور ہشام المعتز کے وزیر بھی رہے تھے، مورخین نے ان کی چار سو کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

۸۔۳ اندلس میں عربی زبان کا ارتقا

جس طرح سے جزیرۃ العرب میں اسلام سرعت کے ساتھ پھیلا اسی طرح عربی زبان بھی اہل اندلس کے درمیان

تیزی کے ساتھ پھیلی، اس کی اصل وجہ وہ عرب تھے جو کثرت سے اندلس کا رخ کئے، اس کے علاوہ خود اہل اندلس بھی، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عربی زبان سے اس لئے متأثر تھے کہ وہ ایک عظیم تہذیب وعلم کی اور اصحاب علم وفضل کی زبان تھی، خود عیسائیوں میں شروع ہی سے عربی زبان کی مقبولیت پر ایک پادری یوں شاکی ہے: ہمارے دینی بھائی عربی اشعار اور قصوں کو پڑھنے میں بڑی لذت محسوس کرتے ہیں، اور مسلمان اہل دین وفلسفہ کے مذاہب کے مطالعہ کے شایق ہیں، اس لئے نہیں کہ اس پر تنقید کریں بلکہ اس لئے کہ اس سے صحیح خوبصورت عربی کا طرز حاصل کرسکیں۔ آج دینی لوگوں کے علاوہ ایک آدمی بھی کہاں ملے گا جو انجیلوں کی شروحات کو پڑھ سکے جو لاتینی زبان میں ہیں؟ اور مذہبی لوگوں کے علاوہ کون ہے جو حواریین کی تحریریں اور انبیاء ورسل کے اقوال کا مطالعہ کرسکے؟ ہائے افسوس، پڑھے لکھے عیسائی نوجوان آج صرف عربی زبان وادب ہی کو جانتے ہیں، اور اسی کے گرویدہ ہیں، عربی کتب کو جمع کرنے میں بے انتہا دولت خرچ کرتے ہیں، اور ہر جگہ اس بات پر فخر کا اظہار کرتے ہیں یہ ادب خوب تر ہے، اگر تم ان سے عیسائی کتب کے بارے میں گفتگو کرو تو تمہیں حقارت سے جواب دیں گے کہ یہ توجہ کے قابل نہیں ہیں، بڑی تکلیف دہ بات ہے، عیسائی اپنی زبان تک فراموش کر بیٹھے ہیں، ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جو غلطیوں سے محفوظ ایک خط بھی لکھ سکے، لیکن عربی میں تو ان کی ایک بڑی تعداد ماہر ملے گی بلکہ عربی اشعار تو ایسے کہتے ہیں کہ خود عربوں سے بھی زیادہ عمدہ ہوتے ہیں۔

اس طرح جزیرہ نمائے اندلس میں عربی زبان نے لاتینی زبان کو بے تخت کردیا، اور عربی زبان اس ملک کی سرکاری زبان ہوگئی، پھر اس کے بعد فصیح عربی زبان زمانہ گزرنے کے ساتھ اور نئے ماحول کے آنے، مختلف قوموں کی آمیزش سے وہاں کے مقامی لہجہ وخصوصیات میں ڈھل گئی، اور دوسرے عرب ملکوں کی فصیح عربی سے مختلف ہوگئی، اس فرق میں بعض کا تعلق حروف کی ادائیگی سے تھا اور بعض کا الفاظ کے استعمال سے تھا، ان کے بعض الفاظ ایسے تھے جو حکومتی اداروں کے تھے اور بعض کا تعلق زراعت سے تھا اور بعض تعمیر اور سامان تعمیر سے وابستہ تھے جبکہ بعض کپڑوں اور زیب وآرائش سے متعلق تھے، یہ سب ایسے الفاظ تھے جسے ان کے علاوہ عرب ملکوں والے استعمال کرتے تھے۔

فصیح عربی اگرچہ اندلس میں علمی وادبی وحکومتی زبان تھی، لیکن اس کے ساتھ ایک عوامی غیر فصیح زبان بھی رائج تھی جو

عام گفتگو کی زبان تھی جسے اندلسی عوام اپنی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے تھے اور اسی میں علم وادب سے ہٹ کر گفتگو کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اندلسی فصیح عربی میں بظاہر بہت کچھ یکسانیت باقی رہی، لیکن ممکن ہے دیہاتی بولیاں ایک دوسرے سے زیادہ متمیز ہوں کیوں کہ وہ ایسے لوگوں میں رائج تھیں جو شہری باشندوں کے مقابلے میں ادھر ادھر بہت کم آتے جاتے تھے ۔

اگرچہ اندلسی عربی دسویں صدی ھجری/سولہویں صدی عیسویں کے آخر میں بول چال کی زبان کی حیثیت سے زندہ نہ تھی تاہم وہ ان نظموں میں باقی رہی جن سے آج تک اندلسی دھنوں میں بولوں کا کام لیا جاتا ہے جنہیں تونس سے لیکر مراکش تک کے شہری باشندے گاتے بجاتے ہیں۔

۹۔۳ اندلس میں عربی ادب کے ارتقا کے اسباب

اندلس میں علمی وادبی ارتقا کے پس منظر میں کچھ عوامل واسباب تھے جنہوں نے عربی ادب کی ترقی کو اوج کمال تک پہونچایا، ان اسباب وعوامل کو ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

☆ادبی فنون کی فراوانی

اہل اندلس نے فنون ادب کے شوق میں ادبی کتابوں اور ان کے اقتسابات کو حفظ کرنا شروع کیا، اور اندلس میں حفظ کے لئے ایک طرح کا مسابقتی دور شروع ہوگیا، امراء اور حکام ادبی کتابوں کو حفظ کرنے کے لئے انعامات مقرر کرتے، اس لئے انعامات حاصل کرنے اور شہرت وفخر کے لئے لوگ اپنے بچوں کو ادبیات پڑھنے اور حفظ کرنے کے لئے درس گاہوں میں بھیجتے، اس طرح اہل علم میں ادبی ذوق ترقی کرتا گیا۔

☆ادیبوں کی قدر ومنزلت

حکومتی اور عوامی حلقوں میں ادیبوں کی بڑی قدر ومنزلت تھی، حکام ان کی عزت وتکریم کرتے، انہیں اپنی مجالس سے

قریب کرتے ان کے ادبی شہ پاروں کو رغبت سے سنتے ،اس کا اثر یہ ہوتا کہ عوامی حلقوں میں بھی ادیبوں کی عزت ہوتی ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا، حکام بسا اوقات ادیبوں کی بعض غلطیوں کو ان کے ادبی مقام کی وجہ سے درگزر کرتے ،اس انداز تعامل سے ادب کو عروج حاصل ہوا اور ادبی حلقوں میں وسعت ہوتی گئی۔

☆حکومتی مناصب کے لئے ادباء کو ترجیح

اندلس میں ادب کے ارتقا کے اسباب میں یہ بات بھی تھی کہ حکام اور امراء حکومت کے اعلی مناصب کے لئے ادیبوں کا انتخاب کرتے ،اور حکومتی معاملات میں انہیں شریک مشورہ کرتے ، چنانچہ وزیر اور حاجب کے عہدہ کے لئے ، جو حکومت میں سب سے بڑے عہدے تھے، انہیں لوگوں کا انتخاب کرتے جن کو ادب میں شہرت ہوتی ،جس کی وجہ سے ادبا میں شہرت کے لئے منافسہ جاری رہتا تاکہ اعلی عہدوں تک پہونچ سکیں۔

☆ادبی تنقید کا رواج

ادب کی ترویج وترقی میں ایک عامل یہ بھی تھا کہ اندلس میں ادبی تنقید کا رواج عام تھا اور اکثر ادبا غیر درست ادبی تخلیق کاروں کو اپنی تنقید وملامت کا نشانہ بناتے اور عمدہ تخلیق کاروں کی خوب تعریف کرتے ،اس تنقید میں کوئی خوف وخطر اور کسی کے مقام کا لحاظ نہ ہوتا، اس تنقیدی رجحان نے ادب کو خوب سے خوب تر بنانے کا ذوق عام کیا، اور اس طرح ادبی تخلیقات بام عروج کو پہونچ گئیں۔

☆علمی تحریک کی وسعت

بلاشبہ علمی تحریک اندلس میں وسیع پیمانہ پر عام ہوئی اور تمام طبقات اور فنون ادب کے شائقین تک اس کی وسعت جا پہونچی، اس میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ادیب کے لئے شعر کہنا اور انشاء پردازی ہی کافی نہ تھا، بلکہ ادبا کا مقام پانے کے لئے مختلف فنون میں بھی جولانی کرنا اور ماہرین سے مسابقت کرنا بھی ضروری ہوتا۔

علمی تحریک کی اس روش نے جہاں علم کی نشر واشاعت اور مختلف فنون کی تمام افراد وطبقات میں وسعت کا کام کیا

وہیں ادب کی رفتار و ترقی میں خاصا اثر پیدا کیا۔

☆فصیح عربی کی بقاء اور اس کی نشر و اشاعت کی کوشش

اندلس کے مسلم حکام نے فصیح عربی زبان کی نشر و اشاعت کے لئے بڑی جد و جہد کی کیوں کہ یہ زبان حکمرانوں کی زبان تھی، اور دین وقرآن کی زبان تھی، اس لئے اس کی ترویج میں حکام نے بڑے اہتمام سے کام لیا، اسے لوگوں میں عام کیا، اوران سیاسی معاہدوں کی زبان بنایا جوان کے اور اسپین کے غیر عربی دان کے درمیان ہوئے، جس کی وجہ سے بہت سے وہ لوگ جن کی زبان عربی نہیں تھی، عربی زبان وادب کے حصول میں اس حد تک لگ گئے کہ ان کی اپنی اصلی زبان پیچھے رہ گئی۔

علم وادب اور فنون کے حصول میں جد و جہد اور منافسہ نے عربی ادب کو جلا بخشی اور وہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

☆اندلس کا طبعی جمال اور سیاسی و معاشرتی حال

اندلس کی فطری خوبصورتی اور آب وہوا میں اعتدال، سرسبز وشاداب زمیں، باغات اور نہریں یہ سب کچھ ادب اور ادباء کی عمدہ تخلیقات کے لئے سازگار تھا، اور سیاسی لحاظ سے اس ملک پر امویوں کے بعد ملک میں انتشار اور امراء کی باہم رسہ کشی نے اہل علم وادب کو اپنا مقام نمایاں کرنے کا موقع دیا، کیوں کہ یہ حکام ان ادبا کو قریب کرنے میں منافسہ کرتے، اس کے علاوہ اندلس کی معاشرتی حالت جس میں اعلی انتظام، لوگوں کی خوش حالی نے بھی ادب کو ترقی کرنے میں اہم رول ادا کیا۔

۱۰۔۳ خلاصہ

اندلس پر جب مسلمانوں کا تسلط ہوا اور طویل عرصہ تک ان کی شاندار حکومتیں قائم رہیں اس اثناء میں اندلسی معاشرہ مختلف طبقات اور تہذیبوں کا گہوارہ تھا ایک طرف تو وہ لوگ تھے جو اپنے عیسائی مذہب پر باقی رہتے ہوئے عربوں کی تہذیب وزبان سے ہم آہنگ ہونے کی کوشش کرتے رہے، دوسری طرف قدیم باشندوں میں ایک طبقہ مشرف باسلام ہوا اور یہ آبادی

کا بڑا حصہ تھا، مسلم حکمرانوں کے حسن سلوک نے ان کو اسلامی معاشرہ کا حصہ بنا دیا، اس کے علاوہ ایک طبقہ وہ بھی تھا جو مسلم حکمرانی سے دور تھا اور یہ مسلسل حکمرانوں کے خلاف سازش کرتا اور تحریکیں چلاتا، ان تمام اقوام اور طبقات سے ملکر جو اندلس کا معاشرہ تشکیل پایا اس میں اسلامی تہذیب کا عنصر غالب تھا اور اس کا عکس معاشرے پر چھایا ہوا تھا۔

مسلم حکمرانوں کو فن تعمیر سے بے حد شغف تھا، چنانچہ انہوں نے جو مساجد اور محلات تعمیر کرائے ان میں فن تعمیر کے اعلیٰ نمونوں کا مظاہرہ کیا، اس سلسلے میں اموی دور حکومت میں مسجد قرطبہ اور مدینۃ الزہراء کی تعمیر بطور خاص تاریخ میں فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہیں، اس کے علاوہ بنوالاً حمر کی آخری سلطنت غرناطہ نے الحمراء کے شاہی محل کی تعمیر اور غرناطہ کو ایسی سرکاری عمارتوں، حویلیوں اور محلوں سے مالا مال کیا جنہیں نہایت نفیس فن کاری سے مزین کیا گیا تھا۔

صنعتی فنون میں بھی اندلس کی اسلامی حکومت اعلیٰ ذوق رکھتی تھی، چنانچہ اندلس میں پارچہ بافی، زیورات سازی، ہاتھی دانت کے کام، کوزہ گری، گھریلو ساز و سامان کی صنعت اپنے عروج پر تھی۔

مسلم حکمرانوں کو جب اندلس میں استقرار و امن حاصل ہوا تو انہوں نے علوم وفنون کی طرف توجہ دی، علوم میں مزید توسیع اور گہرائی کے لئے مشرق کی طرف علماء کو بھیجا حصول علم کا ذوق وشوق عام ہوتا گیا، اب اندلس میں حکمرانوں کی سرپرستی میں علماء کا ایک بڑا طبقہ تیار ہو گیا جو علوم شرعیہ کے ساتھ لسانی وادبی علوم، اور منطق وفلسفہ، ریاضیات جیسے علوم میں شب وروز سرگرم رہتا، آٹھویں صدی عیسوی سے تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز تک عربوں نے علوم وفنون کی شمعیں اس طرح روشن کیں کہ ادبیات عالم اور تاریخ تمدن میں اندلس کو ایک نمایاں مقام مل گیا، ہر علم وفن اور شعبۂ حیات میں عربی زبان کا تسلط مکمل طور پر اس اہم وسیع وعریض اور بہار آفریں خطہ پر صدیوں تک رہا۔

عربی زبان اندلس کی سرکاری زبان ہوگئی، اہل اندلس خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم عربی زبان کے دلدادہ تھے، خود عیسائی نوجوان اپنی قدیم زبانوں سے بے اعتناء ہو کر عربی زبان وادب میں علمی سرگرمیاں انجام دیتے، اگرچہ اندلس کی عربی زبان بقیہ عرب ملکوں کی عربی سے قدرے مختلف تھی لیکن زبان کا خدوخال وہی تھا جو اصلی اور فصیح عربی زبان کا تھا، عربی زبان میں نثر نگاری اور شعر گوئی نے بہت سے جلیل القدر ادیبوں اور شاعروں کو وجود بخشا جن کا علمی سرمایہ آج تاریخ میں ادب اندلسی

کے نام سے جانا جاتا ہے۔

۱۱۔۳ نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔اسلامی اندلس کے معاشرہ کے اہم اجزاء کو بیان کیجئے۔

۲۔اندلس میں فن تعمیر کا مختصر جائزہ پیش کیجئے۔

۳۔اندلس میں صنعتی فنوں میں اہم صنعتوں کو بیان کیجئے۔

۴۔اندلس میں فکری ارتقاء کیسے ہوا تحریر کیجئے۔

۵۔اندلس میں علوم وفنون کی کیسے ترقی ہوئی۔

۶۔اندلس میں عربی زبان کا ارتقاء کیسے ہوا۔

۱۲۔۳ فرہنگ

لفظ	معانی
مستعربہ	اندلس کے وہ اصل باشندے جو عیسائی مذہب پر رہتے ہوئے عربی تہذیب سے ہم آہنگ ہوگئے
مولدون	اندلس کے اصلی باشندے جو مشرف بہ اسلام ہوئے
لبہ	سلوا کیہ کے وہ غلام جنہیں امویوں نے خرید کر جنگی تربیت دی

۱۳۔۳ مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔تاریخ الادب الاندلسی — ڈاکٹر محمد زکریا عنانی

۲۔الادب العربی فی الاندلس — عبدالعزیز محمد

۳۔مجلّہ ''معارف'' شمارہ اگست ۱۹۷۴ء اعظم گڑھ